سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃ

اس سورۃ مبارکہ میں ان اخلاقی برائیوں کی مذمت کی گئی ہے جو ایام جاہلیت میں عرب معاشرے میں خاص طور پر مالدار لوگوں میں پائی جاتی تھیں اور دور حاضر میں بھی دولت اور تکبر کے نشے میں چور انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ غرباء و مساکین کی ہنسی اڑانا، تمسخر و استہزا کرنا، پھبتیاں کسنا، نقل اتارنا، تحقیر آمیز اشارے اور حرکتیں کرنا، خواہ زبان سے ہوں یا ہاتھوں یا آنکھوں کے اشاروں سے، یہ سب باتیں 'ھمزہ' کے مفہوم میں آجاتی ہیں جبکہ دوسروں کی پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنا، چغلیاں کھا کھا کر لگائی بجھائی کرتے پھرنا، شر اور فساد کی راہیں کھولنا، فتنہ اور فساد پھیلانا، یہ سب باتیں 'لُمَزَہ' کے زمرے میں آتی ہیں۔

جس زمانے میں یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی اس وقت اس کا خاص مصداق وہاں کے وہ کفار و مشرکین تھے جو اہل ایمان کو تمسخر و استہزا کا نشانہ بناتے، پھبتیاں کستے، اشارے بازی کرتے اور محفل جما کر مسلمانوں کے خلاف منصوبے بناتے تھے۔

ان اخلاقی رذائل کے ساتھ ساتھ انہیں مال و دولت پر بھی غرور تھا۔ جس انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد مال و دولت کی پرستش اور دن رات اس کو جمع کرنے کے چکر میں رہنا ہو، اسے انسانوں سے نہیں دھن دولت سے پیار ہوتا ہے اور وہ اسے غربا و مساکین، یتامیٰ و بیوگان پر خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے۔

قرآن حکیم ایسے لوگوں سے یہ پوچھتا ہے کہ آیا ان کی دولت اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے انہیں بچا سکے گی اور وہ دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے؟ یہ عارضی اور فنا ہونے والی دنیا ہے، جو اسے غرور اور تکبر سے گزاریں گے انہیں بالآخر دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

روز قیامت سرکش اور مغرور، منکر اور مشرک لوگ سخت عذاب میں ہوں گے، بلند و بالا مضبوط ستونوں کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیے جائیں گے جہاں سے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

سُوْرَةُ الْهُمَزَة

آیات:۹ رکوع:۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ(۱) الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ
عَدَّدَہٗ(۲) یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ(۳) کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی
الۡحُطَمَۃِ(۴) وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحُطَمَۃُ(۵) نَارُ اللّٰہِ
الۡمُوۡقَدَۃُ(۶) الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ(۷) اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ
مُّؤۡصَدَۃٌ(۸) فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ(۹)

تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا عادی ہے، جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشگی کی زندگی دے دے گا۔ ہرگز نہیں، وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی جگہ (حطمہ) میں پھینک دیا جائے گا اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ؟ اللہ کی آگ، خوب بھڑکائی ہوئی جو دلوں تک پہنچے گی، وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی (اس حالت میں کہ وہ) اونچے اونچے ستونوں میں۔ (گھرے ہوئے ہوں گے)

﴿وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ﴾

تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا عادی ہے۔

وَیۡلٌ ہلاکت، آفت، تباہی، بربادی (جہنم کی وادی) مفردات القرآن، لِّکُلِّ (لِ. کُلِّ) لیے، ہر (اس شخص کے)، ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ وہ شخص جو کسی کے سامنے طعن و تشنیع کا مرتکب ہوتا ہے وہ ہُمَزَۃٍ

(زبردست عیب گر) کہلاتا ہے اور اللُّمَزَۃِ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کی پیٹھ پیچھے غیبت اور چغلی کرتا پھرے، (یہ مذکر ومؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ رَجُلٌ ھُمَزَۃٌ اور اِمْرَأَۃٌ ھُمَزَۃٌ کہا جاتا ہے اسی طرح لُمَزَۃٌ کا استعمال ہے)[القاموس الوحید]

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ، کی عادت مہذب اور شائستہ سوسائٹی میں ہمیشہ عیب سمجھی گئی ہے، تمام آسمانی مذاہب میں اس کی ممانعت وارد ہے۔قرآن مجید میں نہایت واضح الفاظ میں اس سے روکا گیا ہے۔ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (الحجرات:۱۱) آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے پر پھبتیاں چست کرو۔

لیکن جدید جاہلیت کی طرح قدیم جاہلیت میں بھی اس فن کو بڑا فروغ حاصل رہا ہے، اس زمانے میں جس طرح اخباروں میں مزاحیہ کالم بھی ہوتے ہیں اور کارٹون بھی چھپتے ہیں جو اشاروں کی زبان میں حریفوں کی تضحیک کرتے ہیں، اسی طرح قدیم زمانے میں نقال، بھانڈ اور فقرہ باز ہوتے تھے جو اُجرت لے کر شریفوں کی پگڑیاں اچھالتے اور اپنے سرپرستوں کا جی خوش کرتے، سورۂ قلم میں قریش کے لیڈروں اور ان غنڈوں پر قرآن نے جو جامع تبصرہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی مسلمانوں کی تواصی بالحق والصبر ، کی دعوت کو اسی حربے سے شکست دینے کی کوشش کی جو حربے اس زمانے کے پیشہ ور لیڈر اپنے حریفوں کو شکست دینے کے لیے اختیار کرتے ہیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ان ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت فرمائی گئی:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ(۱۰) هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ(۱۱) مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ(۱۲) عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ(۱۳) اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ(۱۴)[القلم]

ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے، ظلم وزیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے، سخت بداعمال ہے، جفا کار ہے اور ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل ہے، اس بنا پر کہ وہ بہت مال اور اولاد رکھتا ہے۔

﴿الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ﴾ جو مال جمع کرتا اور اُس کو گن گن کو رکھتا ہے۔

الَّذِیْ جس نے، اسم موصول، جَمَعَ جمع کیا، ماضی واحد مذکر غائب (جَمَعَ یَجْمَعُ جَمْعًا) جمع کرنا، اجتماع، جہاں لوگ جمع ہوں، اردو میں جانے پہچانے الفاظ ہیں، مَالًا مال و دولت، وَ اور، عَدَّدَهٗ (عَدَّدَ. هٗ) گن گن کر رکھا۔ اسے، 'هٗ' کی ضمیر مال کی طرف جاتی ہے (عَدَّدَ. یُعَدِّدُ) گننا، شمار کرنا، عدد، معدود، تعداد۔ یہ الفاظ اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

'الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ' یعنی حقوق کی یاددہانی اور نصیحت کرنے والوں کو تو انہوں نے ھمز و لمز کے حربے سے چپ کرانے کی کوشش کی اور خود مال جمع کرنے اور اس کو گن گن کر سینتے میں لگے رہے، مال کے حریص و بخیل مالداروں کی یہ نہایت جامع تصویر ہے، ان کا دل و دماغ ہمیشہ اپنے سرمایہ کے حساب کتاب میں لگا رہتا ہے، کس کاروبار میں کتنا منافع ہوا؟ فلاں سرمائے سے پرافٹ کی کتنی توقع ہے؟ فلاں خسارہ جو ہوا ہے، اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی؟ اگلے سال تک سرمایہ کی مجموعی مقدار کہاں تک پہنچ جائے گی؟ اس طرح کے سوال ہمیشہ ان کے دل و دماغ کو گھیرے رہتے ہیں۔ اگر کسی نے ذکر کیا کہ فلاں نے غریبوں اور یتیموں کی امداد کے لیے اتنا خرچ کیا ہے تو اس پر پھبتی چست کر دی کہ شیخی باز ہے، اپنی دولت مندی کی دھونس جماتا ہے، آخر ہم بھی تو ڈھیروں مال لٹاتے ہیں لیکن کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔' (تدبر قرآن)

﴿یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ﴾

وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشگی کی زندگی دے دے گا۔

یَحْسَبُ وہ خیال کرتا ہے فعل مضارع واحد مذکر غائب (حَسِبَ، یَحْسَبُ، حِسْبَانًا) خیال کرنا، گمان کرنا، اَنَّ مَالَهٗ یہ کہ اس کا مال 'هٗ' کی ضمیر اس حریص شخص کی طرف جاتی ہے جو مال کا پجاری بنا بیٹھا ہے، اَخْلَدَهٗ (اَخْلَدَ. هٗ) ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ اسے (یعنی اس حریص شخص کو) اَخْلَدَ، یُخْلِدُ، دوام عطا کرنا، حیات ابدی بخشنا۔

سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

’’وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے حیاتِ جاوداں بخش دے گا یعنی دولت جمع کرنے اور اسے گن گن کر رکھنے میں وہ ایسا منہمک ہے کہ اسے اپنی موت یاد نہیں رہی ہے اور اسے کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ایک وقت اس کو یہ سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہو جانا پڑے گا۔‘‘ (تفہیم القرآن، ج:٦)

﴿كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ، وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ﴾

ہرگز نہیں وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی جگہ (حطمۃ) میں پھینک دیا جائے گا اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ؟

كَلَّا ہرگز نہیں، یعنی ایسی کوئی بات نہیں جیسا کہ یہ (حریص شخص) خیال کرتا ہے، (طبری) لَيُنۢبَذَنَّ (لَ. يُنۢبَذَنَّ) وہ ضرور بضرور ڈال دیا جائے گا، مضارع مجہول واحد مذکر غائب، (نَبَذَ، يَنبِذُ، نَبْذًا) کسی چیز کی پروانہ کرتے ہوئے اسے پھینک دینا، ’’لام‘‘ تاکیدی معنی دے رہا ہے اور ’’ن ثقیلہ‘‘ مزید تاکید پیدا کر رہا ہے، فِى الْحُطَمَةِ، بیچ حطمہ (کے)۔

امام طبریؒ لکھتے ہیں:

’’قیامت کے روز اسے ’’حطمہ‘‘ میں ڈالا جائے گا جو دوزخ کے ناموں میں سے نام ہے جیسا کہ جہنم اور سقر اس کے نام ہیں اور حطمہ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جو چیز بھی اس میں ڈالی جائے گی وہ چکنا چور ہو جائے گی۔‘‘ (تفسیر طبری)

وَ مَآ اَدْرٰىكَ اور تم کیا جانو، وَ اور عاطفہ، مَا کیا، استفہامیہ (اَدرٰی، يُدْرِی) باخبر کرنا، علم میں لانا اور (دَرَیٰ، يَدْرِی) خود جاننا، درایت اردو میں عقل اور سمجھ کے معنوں میں آتا ہے، مَا الْحُطَمَةُ (کہ) حطمہ کیا ہے۔

الاستاذ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:

’’یہ اس (حطمہ) کی شدت اور ہولناکی کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ اتنی شدید آگ کی حقیقت کون جانے؟ یہ حطمہ تو ہڈیوں کو چکنا چور کر دے اور گوشت پوست کو بھسم کر ڈالے اور آناً فاناً دلوں تک پہنچ جائے۔‘‘ (صفوۃ التفاسیر) پھر قرآن اسی بات کی تفصیل آگے بیان کرتا ہے:

﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ، الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ﴾

اللہ کی آگ، خوب بھڑکائی ہوئی، جو دلوں تک پہنچے گی۔

نَارُ اللّٰهِ آگ ہے اللہ کی، نَار مضاف، اللّٰه مضاف الیہ، الْمُوْقَدَةُ، خوب بھڑکائی ہوئی، اسم مفعول (وَقَدَ، يَقِدُ، وَقْدًا، وُقُوْدًا) آگ جلنا، أَوْقَدَ النَّارَ آگ جلانا، الْوُقُود۔ ایندھن (القاموس الوحید) الَّتِيْ جو، اسم موصول، تَطَّلِعُ جا پہنچے (گی) مضارع واحد مؤنث غائب (اِطَّلَعَ، يَطَّلِعُ) پہنچنا، اطلاع، خبر اردو میں استعمال ہوتا ہے یعنی یہ آگ دلوں تک پہنچے گی کہ اسے اللہ تعالیٰ قدرت والے نے حکم دیا ہوگا، عَلَى الْاَفْئِدَة اوپر، دلوں (کے) فُؤاد، دل اس کا مفرد ہے۔

﴿اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ، فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾

وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی (اس حالت میں کہ وہ) اونچے اونچے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے)۔

اِنَّهَا (اِنَّ. هَا) بلاشبہ۔ وہ هَا کی ضمیر واحد مؤنث غائب آگ کی طرف جاتی ہے، عَلَيْهِمْ (عَلٰى. هِمْ) اوپر۔ ان کے، هم کی ضمیر جمع مذکر غائب مجرموں کی طرف جاتی ہے، مُّؤْصَدَةٌ بند کر دی جائے گی، اسم مفعول (وَصَدَ، يَصِدُ) بند کرنا، وَصَدَ الباب دروازہ بند کرنا، راستہ روکنا جیسا کہ اصحاب غار سے متعلق حدیث میں آتا ہے "فَوَقَعَ الْجَبَلُ عَلٰى بَابِ الْكَهْفِ فَاوصَدَهٗ" پہاڑ کا کچھ حصہ غار کے دروازہ پر گرا اور اس کا راستہ بند کر دیا (القاموس الوحید) فِيْ عَمَدٍ بیچ ستونوں کے، اس کا مفرد عِمَادٌ آتا ہے، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے "الصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْن" نماز دین کا ستون ہے، مُّمَدَّدَةٍ لمبے لمبے (طول طویل) (مَدَّ. يَمُدُّ) پھیلانا، کھینچ کر بڑھانا، زیادہ کرنا، مَمْدُوْدٌ پھیلا ہوا، مُمَدَّدٌ بہت وسیع عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ، بہت بلند و بالا ستون۔

مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ پھر وہ آگ ان ظالموں پر بند کر دی جائے گی۔ ہماری اس دنیا میں بھی یہی ہوتا ہے کہ آگ جب کھلی رہتی ہے تو اس کی تپش اور گرمی ہر طرف جاتی ہے اور تقسیم ہو جاتی ہے لیکن اگر کسی

طریقے سے اسے بند کر دیا جائے تو اس بند دائرہ میں اس کی تپش اور گرمی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، بھٹے میں آگ کو بند کر کے جس طرح اینٹیں پکائی جاتی ہیں اور ہمارے گھروں میں جو کُکر میں کھانا پکایا جاتا ہے اس کا فلسفہ یہی ہے تو دوزخ کی آگ جب دوزخیوں پر بند کر دی جائے گی تو اس کے جلانے کی صلاحیت صرف انہی پر صرف ہوگی اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا! اللّٰھُمَّ احْفِظْنَا!''فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ'' کے میرے نزدیک راجح اور آسان معنی یہ ہیں کہ جہنمی جکڑے ہوئے ہوں گے لمبے لمبے ستونوں میں۔ (درس قرآن)

آیاتِ مبارکہ کی حکمت وبصیرت:

۱) جب دھن دولت جمع کرنا ہی زندگی کا مقصد بن جائے تو انسان حرص وطمع کے ساتھ ساتھ تکبر وغرور کا شکار بھی ہو جاتا ہے، پھر یہ کم ظرف یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اب میرے برابر کا کوئی نہیں، وہ اپنے سے کم حیثیت والوں کو ذلیل سمجھنے لگتا ہے، غربا ومساکین کو خاطر میں نہیں لاتا ہے، ان میں عیب نکالتا اور ان پر پھبتیاں کستا ہے، اشاروں کنایوں سے ذلیل کرتا ہے، اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے کوئی حبّہ بھی خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے، اسی پر بس نہیں کرتا، وہ کمزوروں اور بے بسوں پر ظلم اور زیادتی کرنے پر اتر آتا ہے اور اس سرکشی میں نت نئے حربے استعمال میں لاتا ہے۔

۲) اس بات کا تعلق صرف دورِ جاہلیت سے ہی نہیں ہے بلکہ یہ مرض ہر دور اور ہر زمانے میں رہا ہے اور دورِ حاضر نے تو ماضی کو بھی مات کر دیا ہے، ذرا غور کیجیے کہ امریکہ اور ان کے ساتھیوں نے کیا کیا گل کھلائے ہیں؟ اس کا مشاہدہ ہر عاقل بالغ شہری اور دیہاتی کر سکتا ہے۔

۳) صرف دینِ اسلام ہی وہ صاف ستھرا طریقِ حیات ہے جو اعتدال اور سلامتی کی راہ پر چلاتا ہے، وہ دولت کو جمع کرنے کی نہیں، خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، وہ غربا ومساکین کی تحقیر نہیں تکریم کا سبق سکھاتا ہے، وہ نسلِ انسانیت کے حقوق کی نگہبانی کا درس دیتا ہے، اس طرح دنیا کو آخرت کے ساتھ جوڑ دیتا ہے اور آخرت میں ہر بات کی جوابدہی کے لیے تیار کرتا ہے۔

۴) زر پرستوں کے سامنے صرف دنیا ہی دنیا ہے، یہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اس کے لیے وہ ہر جتن اور کوشش کرتے ہیں، اور ہر ظلم وجور کو روا رکھتے ہیں۔ یہ لوگ آخرت میں اپنے انجام کو پالیں گے۔

..................o..................